Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146
Vol. 4 No. 3 (March) (2026)

Pakistani Urdu Short Story: Narrative of Terrorism

پاکستانی اردو افسانہ: دہشت گردی کا بیانیہ

Dr. Uzma Noreen*
Lecturer Urdu Department G.C Women University Sialkot. Corresponding Author Email: Uzma.noreen@gcwus.edu.pk

Abstract
Terrorism as a theme in Pakistani Urdu Short Story is an important and complex aspect that has received particular emphasis in the last two decades. The theme has influenced literature not only globally but also in Pakistan, where the effects of terrorism have had profound social, political, and psychological impacts. Urdu fiction writers have presented the theme of terrorism from various angles, including its impact on humanity, its impact on society, and its psychological and emotional impact on the individual. Pakistani Urdu Short Story presents terrorism as a social reality that affects the social fabric and relationships between individuals. Fiction writers have depicted acts of terrorism as a symbol of social contradictions and unrest that destroy people's lives. These fictions highlight the hatred, fear, and social differences that arise from the effects of terrorism. This article is based on terrorism in Pakistani Urdu Short Story.

Keywords: Pakistani Urdu Short Story, Narrative of Terrorism, Terrorism, complex aspect, humanity,

دہشت گردی کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے ۹۴۔۱۸۹۳ء میں Retinae De Terror نامی تنظیم سے دہشت گردی کا آغاز ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ Terror اور Terrorism جیسے الفاظ اس کے لیے مختص کیے گئے ہیں۔ بہر حال وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس لفظ کے معنی اور مفاہیم میں تبدیلیاں ہوتی گئیں اور اب اس کے معنوں میں مزید اضافہ ہو گیا ہے کہ تباہی و بربادی اور طاقت کا بے جا استعمال۔

یہ سامراجی نظام کا لگایا ہوا پودا ہے۔ طاقت ور ممالک کمزور ممالک کو اپنا غلام بنانے کے لیے اس ملک میں اپنے دہشت گرد اور جاسوس بھیج دیتے ہیں اور اختیارات بڑھانے اور اپنی تھانیداری ثابت کرنے کے لیے انسانیت کی دھجیاں بکھیر دیتے ہیں۔ یوں وہاں حالات کو خراب کر دیتے ہیں۔ جا بجا دھماکے کرا دیتے ہیں اور امن و سکون برباد کر کے ان کو اپنا تابع بنا دیتے ہیں۔ یہ طاقت ور ممالک ان ممالک میں اپنی پسند کی حکومت لانے اور ان کی موجود حکومت کو گرانے میں بھی اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ اس طرح اُن ممالک کے سیاسی اور عسکری رہنما بھی دہشت گردوں کے آلہ کار بن جاتے ہیں اور اس طرح حاکمیت کا یہ کھیل جاری و ساری رہتا ہے۔ ہزاروں اور لاکھوں لقمۂ اجل بن جاتے ہیں۔ جیسے کہ آج کل ایران کو اپنا تابع فرمان بنانے کے لیے امریکہ نے اسرائیل کو ساتھ ملا کر ان کے ساتھ جنگ چھیڑ دی ہے اور اس طرح ان کے سپریم لیڈر آیت اللہ خامنہ ای کو قتل کرا دیا ہے۔ اب امریکہ اس کے بعد وہاں اپنی مرضی کی حکومت قائم کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگائے گا۔ وہاں دہشت گردی کرائے گا اور اس طرح اپنے مقاصد حاصل کرے گا۔ امریکہ کا اصل ٹارگٹ ایران کے تیل پر قبضہ کرنا ہے۔ جیسا کہ اُس نے عراق اور افغانستان میں کیا۔ پاکستان جیسا بھک منگا ملک تو ان کی ایک ماتفر کی مار ہے۔

دہشت گردی سے طاقت ور ممالک اپنی محکوم یا تابع اقوام کے دلوں میں اپنی دھاک بٹھانے اور ان کے عوام کو خوفزدہ کرنے کے لیے طاقت کے زور پر ظلم و بربریت کا بازار گرم کرتے ہیں۔ اس کے پیچھے یہی جذبہ کارفرما ہوتا ہے یعنی اقتدار کی ہوس اور حکمرانی کی خواہش ہوتی ہے۔ اس وجہ سے دنیا میں امن و سکون تباہ ہو گیا ہے اور اب تو یہ مسئلہ سیاسی بن گیا ہے۔ جیسے ہم کسی ملک میں حکومتوں اور عوام کے درمیان اعتماد

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146
Vol. 4 No. 3 (March) (2026)

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

کی دیوار کمزور ہونے لگتی ہے۔ وہاں دھماکے اور دہشت گردانہ کاروائیاں کروائی جاتی ہیں۔ بعض اوقات اس ملک کے سیکورٹی ادارے اور ایجنسیاں بھی حالات خراب کرنے کے لیے اپنے تربیت یافتہ مجرم بھیج کر خود ہی اپنے ملک میں ایسا ماحول بنا دیتے ہیں کہ یہ اپنے ہی ملک کے عوام کو ہی خوفزدہ کیا جائے اور وہ اپنے اداروں کے دست نگر ہو کر رہ جائیں۔ دنیا میں آج کل ہر ملک میں یہی کچھ ہو رہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ان کے مخصوص مقاصد ہوتے ہیں۔ اگر کوئی عوامی نمائندہ عوام کے ووٹوں سے بھی برسرِ اقتدار آجائے تو وہاں کے سیکورٹی ادارے اور ایجنسیاں اُسے ڈراتی ہیں اور اُس سے اپنے مخصوص مقاصد حاصل کرتے ہیں۔ اگر وہ انکار کرتا ہے تو اپوزیشن پارٹیوں کے ساتھ رابطہ کر کے انھیں موجودہ حکمران سے بد ظن کر کے اور ان کے ورکروں کے درمیان فنڈنگ کر کے چلتی حکومت گرانے کی ذمہ داری دے دیتے ہیں اور اس طرح آنے والی حکومت ان کی مرضی اور ایما پر چلنے کا عہد کر کے آتی ہے۔ اس طرح یہ بھی ہوتا ہے کہ کوئی ملک اپنے ہمسایوں میں اپنے مخصوص ایجنٹوں اور پیشہ ور مجرمان کو ہائر کر کے وہاں دھماکے اور دہشت گردانہ کاروائیاں کرا کر اس ملک کی معیشت کو کمزور کر دیتے ہیں تاکہ یہ ملک ان کا دست نگر رہے اور کبھی بھی اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہو۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو دنیا میں کئی دہائیوں سے بے شمار لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ یعنی آپ اندازہ کریں کہ وطن عزیز میں ۲۰۰۱ء سے لے کر اب تک ایک لاکھ تک لوگ لقمۂ اجل بن چکے ہیں ۔اس وجہ سے ہمارا ملک ہمیشہ سے دیگر اقوام کے لیے تختہ مشق رہا ہے۔ ہم نے ہمیشہ سے غیروں کے ہاتھوں میں کھیلنا سیکھا ہے اور کبھی بھی اپنی تاریخ سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ نائن الیون کے سانحے کے بعد کوئی بھی ملک دہشت گردی سے محفوظ نہیں رہا۔ اس ضمن میں ہمارے بہت سے افسانہ نگاروں نے اپنی تخلیقات میں اس سانحے کے حوالے سے آواز اٹھائی ہے اور شاہکار افسانے تحریر کیے ہیں۔

جب ہم اردو افسانے کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ راشد الخیری، یلدرم اور پریم چند سے شروع ہونے والا اردو افسانہ مختلف ادوار میں کروٹیں بدلتا رہا۔ ابتدا میں اسے رومانی فضا نصیب ہوئی۔ بعد میں ترقی پسند تحریک کے زیرِ اثر رہا۔ حلقہ ارباب ذوق نے بھی اس میں حقیقت نگاری کو فروغ دیا تو بعد میں جدیدیت اور مابعد جدیدیت کے اثرات بھی اس میں سمائے۔ تقسیمِ ہند کے سانحہ نے بھی اردو افسانہ کو نئے جہانوں سے آشنا کیا۔ پھر ۱۹۶۰ء کی دہائی میں علامتیت کی فضا چھائی رہی۔ اسطرح ساتھ ساتھ مارشلاؤں کے دور میں ایسے اپنے آپ کو زیادہ پر اثر اور بامعنی بنانے کا موقع ملا۔ اس طرح ۱۹۸۰ء کی دہائی میں معنویت اور علامتیت کے خلاف آوازیں اٹھنے لگیں اور سیاسی موضوعات ممنوعہ نہ رہے۔ ساتھ ساتھ اہار اور خیال پر پابندی نے معاشرتی سطح پر ایک گھٹن زدہ سماج کو جنم دیا۔ رشید احمد کے الفاظ میں:

> "اسی کی دہائی مزاحمتی ادب کی دہائی ہے۔ مزاحمت تو عام معنوں میں ہمیشہ ادب کا حصہ رہی ہے کہ ادیب ہر دور میں ظلم کے خلاف مزاحمت کرتا ہے لیکن اسی کی دہائی کی مزاحمت سیاسی جبر کے خلاف ایک عوامی ردِ عمل کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ زمانہ پاکستانی معاشرے میں فکری انحطاط کا زمانہ ہے۔ اس دور میں جتنی کہانی لکھی گئی اس کا موضوع کسی نہ کسی حوالے سے سیاسی جبر و تشدد کا ہی اظہار ہے۔"(۱)

رضوان احمد کے افسانے "تلاش ہما" میں چڑی مار کا ایک ظالم کردار ہے جو صرف چڑیوں کو قید کرتا ہے مگر حاکمِ وقت اس سے زیادہ ظلم کرتا ہے جو اپنی رعایا کو ظلم و ستم اور استحصال کا نشانہ بناتا ہے۔ اقتدار کی ہوس میں اپنی رعایا کو پابندِ سلاسل کرنا ظالم حکمرانوں کا شیوہ ہے۔

انیس رفیع کے افسانوی مجموعے "کرفیو سخت ہے" میں بھی کئی افسانے دہشت گردی اور ظلم و ستم کی داستانیں بیان کرتے ہیں۔ ایک افسانے "غروب سے پہلے" میں ایک فوجی کیمپ میں ایک افسر کی کتاب کھونے کی پاداش میں ایک عورت کو شک کی بنا پر گرفتار کر کے اس کے ساتھ جو ظلم روا رکھا جاتا ہے اس کی عکاسی یوں کی گئی ہے:

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146
Vol. 4 No. 3 (March) (2026)

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

"وہ حاملہ عورت اپنے گاؤں لوٹنے کی بار بار التجا کرتی ہے کہ اس کا درد بڑھتا جا رہا ہے۔ مگر وہ فوجی افسر اسے روک کر رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا بچہ ضائع ہو جاتا ہے۔ اور اب صرف خون کے دھبے موجود رہ جاتے ہیں۔ پھر فوجی افسر اپنے سنتری کو حکم دیتا ہے کہ جس کے ہاتھ میں وہ کتاب نظر آجائے، اس کو گولی مار دو اور افسر ایک پانچ سال کے بچے کو گولی مار دیتا ہے کہ جس کے ہاتھ میں کتاب تھی۔"(۲)

مذکورہ افسانہ فوجی آمریت کے حوالے سے اہم ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ صرف حکم ماننا اور حکم جاری کرنا جانتے ہیں۔ باقی ان میں انسانیت کے حوالے سے سپاٹ پن پایا جاتا ہے۔ اس طرح ایک اور افسانے "ماجرا" میں قتل و غارت گری کے حوالے سے ایک چشم دید گواہ کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ "ماجرا" میں پولیس کے نظام پر تنقید کی گئی ہے کہ کس طرح یہ گواہوں کو آگے پیچھے کر کے اپنا الو سیدھا کر کے مجرموں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن جاتے ہیں اور ان سے خوب پیسے بٹورتے ہیں۔

اس طرح آصف فرخی کے دو افسانوی مجموعے ہیں جو "شہر بیتی" اور "شہر ماجرا" کے ناموں سے لکھے گئے ہیں۔ ان دونوں مجموعوں میں کراچی کے دہشت زدہ شہر کی مکمل عکاسی کی گئی ہے۔ جن میں گولیوں، زخموں، ہڑتالوں، کرفیو، نو گو ایریاز، ڈاکو مہتہ خوروں اور دہشت گردوں کے ہاتھوں عام شہریوں کے اغوا کی وارداتوں کو موضوع بنایا گیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ایک دور میں کراچی کی سڑکیں قتل گاہوں میں تبدیل ہو چکی تھیں۔ ایک اخبار کی سرخی یوں ہے:

"انہوں نے ایک بیان میں کہا ہے کہ آخری راونڈ کی تیاری مکمل کر لی گئی ہے۔ گلیوں، سڑکوں پر فائرنگ کے بعد لوگوں کو ان کے گھروں میں گھس گھس کر مارا جائے گا۔ میری قوم کے دو ڈھائی لاکھ افراد کو قتلِ عام میں ہلاک کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔"(۳)

اسی طرح ایک اور جگہ کا اقتباس یوں ہے:

"اولی یہ نماز تو اس طرح ہو رہی ہے جیسے گھر سے بھاگی ہوئی لڑکی کا نکاح ہوتا ہے۔"(۴)

یعنی یہ حالات ہو گئے تھے کہ لوگ نماز کے لیے بھی گھر سے نہیں نکل سکتے تھے۔

احمد جاوید کے افسانے "سن تو سہی" میں بغاوت، انقلاب اور تبدیلی کے حوالے سے کہانی بیان ہوئی ہے۔ یہ افسانہ ان الفاظ میں ختم ہوتا ہے:

"وہ اٹھ اور اٹھ کر بند دروازوں پر دستک دینے لگا۔ شاید۔۔۔ اس کا جواب ملتا۔ باہر دھوپ ہے، لو چلتی ہے۔ دھوپ ڈھلنے دو۔ تم کہنا ہم سنیں گے۔"(۵)

ملکی حالات جس طرح تیزی سے بگڑ رہے ہیں اس کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ ہر دم دہشت گردی اور بم دھماکوں کا خطرہ بڑھتا جا رہا ہے۔ کسی نہ کسی جگہ پر خود کش دھماکے ہو رہے ہیں۔ اس وجہ سے شہروں میں خوف و ہراس پھیلا ہوا ہے۔ اس حوالے سے مسعود صابر کے افسانہ "سرخ" سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"پھر کوئی ہفتے دس دن کا وقفہ آیا تو ضلع میں ایک دھماکہ ہوا۔ پھر صوبائی دارالحکومت میں اور پھر ہم گنتی بھول گئے۔ ہر دھماکے کے بعد میٹنگ ہوتی۔ تمام ضلعی انتظامیہ اکٹھی ہوتی۔ گزشتہ اقدامات کا جائزہ لیا جاتا۔ نئے اقدامات کے فیصلے ہوتے۔ نئی کمیٹیاں اور سب کمیٹیاں بنتیں۔ مگر چند ہی روز بعد ہم خود کو کہیں

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146
Vol. 4 No. 3 (March) (2026)

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

نہ کہیں خون آلود دیواروں، اڑتے چھتوں اور لہوں سے بھرے گڑھوں کے بیچ پاتے۔اب مرنے والوں اور زخمیوں کی صرف گنتی ہوتی تھی اور بس۔"(۶)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کبھی کبھی حالات اس قدر سنگین ہو جاتے ہیں کہ انتظامیہ کے سارے دعوے اور کاروائیاں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ حالات اس قدر برے نہج پر پہنچ جاتے ہیں کہ ہر روز دھماکے اور دہشت گردی ہوتی ہے۔ایک اور افسانہ "دہشت گرد چھٹی پر ہیں" سے ایک اقتباس یوں دیا گیا ہے:

"ہم دہشت گردوں کے رحم و کرم پر ہیں۔وہ جب جہاں اور جو چاہے کر سکتے ہیں۔دہشت گردی کے نام پر جب تک اصل مجرموں کی بجائے بے گناہوں کو پکڑ کر سزا دی جاتی رہے گی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔"(۷)

اسلم سحاب کے افسانے "سرخ کمبل" میں مذہبی انتہا پسندی کو موضوع بنایا گیا ہے۔اس افسانے کی فضا خود کش حملوں اور دہشت گردی کی کاروائیوں کی عکاسی کرتی ہے۔اس افسانے میں شہروں میں خوف اور دہشت پھیلانے والے عناصر کی عکاسی یوں کی گئی ہے:

"وہ مسلمان افغانی لڑکا اپنے مسلمان بھائیوں کے قتل کو جہاد کا نام دے رہا تھا۔کسی تربیتی کیمپ نے اسے خود کش حملہ آور بنا کر یہ سبق پڑھایا تھا کہ کسی ظالم کے ظلم کا بدلہ اس کے حلیفوں سے لینا بھی جہاد کے مترادف ہے کیونکہ اس کے والدین افغان امریکہ جنگ میں شہید ہو گئے تھے۔اس لیے اب وہ لڑکا ہمیں اپنا دشمن گردانتا تھا۔"(۸)

۹/۱۱ کا واقعہ ان گنت دل ہلا دینے والے واقعات کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔اس کے ذریعے سے طاغوتی طاقتوں کو مسلمانوں کے خلاف کھل کر کھیلنے کا موقع ملا۔اسی کو بہانہ بنا کر امریکہ افغانستان پر چڑھ دوڑا اور اسامہ بن لادن کو بعد میں پاکستانی حکومت کی ایما پر ایبٹ آباد سے اٹھایا گیا۔اس کے ذریعے دہشت گردی نے افغانستان، پاکستان اور دیگر ہمسایہ ممالک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔اس واقعے نے خیر و شر کے درمیان کی حد ہی مٹا دی اور پورا خطہ جنگ کی لپیٹ میں آ گیا۔جس سے افغانستان تو متاثر ہوا ہی مگر پاکستان کو بھی ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑا۔وجہ یہ تھی کہ امریکہ نے پاکستان کے حکمران جنرل مشرف کو دھمکی دی کہ ہمیں اڈے دو ورنہ آپ کی بھی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔اس وجہ سے ہمارے حکمران مجبور ہو کر امریکہ کے اتحادی بنے اور پھر خاک و خون کا ایسا کھیل شروع ہوا جس کے مضر اثرات وطن عزیز کو سینکڑوں سال پیچھے دھکیل دیا۔اس پہ طرہ یہ کہ غیر جمہوری قوتیں بار بار پاکستان کو غیر مستحکم کرتی رہیں۔اس وجہ سے ہمیں مجبوراً اپنا دفاعی بجٹ بڑھانا پڑا۔جس سے ملک کے دیگر ادارے کمزور پڑنا شروع ہو گئے۔اس کا نتیجہ الٹا ہی نکلا کہ بجائے اس کے دہشت گردی کم ہو، وہ بڑھنے لگی۔اس وجہ سے ہماری فوج کو بلوچستان اور خیبر پختونخواہ میں دہشت گردوں کے خلاف سالوں سے کئی آپریشن کرنے پڑے۔جس سے ملک کا انفراسٹرکچر مکمل طور پر تباہ ہوا۔اس دہشت گردی کی وجہ سے عام مسلمان کیڑوں مکوڑوں کی طرح مرنے لگے۔ایسے واقعات نے ہمارے افسانہ نگاروں کو خون کے آنسو رلایا۔دہشت گردی کے ناسور نے ہر ذی روح کو سوچنے پر مجبور کر دیا۔

پاکستانی اردو افسانے کی تاریخ کے موجودہ دور میں مسعود مفتی کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔وہ بیک وقت افسانہ نگار، ناول نگار، ڈراما نگار، ریویو نگار اور کالم نگار کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ان کے افسانوں پر ۹/۱۱ کے اثرات نمایاں طور پر اپنا رنگ دکھاتے ہیں۔اس واقعے نے جتنا پاکستان کو متاثر کیا اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔دیگر ممالک میں رہنے والے پاکستانیوں کو بھی اس واقعہ کے بعد تنگ کرنے میں کوئی کسر نہیں

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146
Vol. 4 No. 3 (March) (2026)

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

چھوڑی گئی۔ جب افغانستان میں طالبان نے دہشت مچائی تو اس کا نشانہ سب سے پہلے پاکستان کا صوبہ خیبر پختونخواہ بنا جہاں دو تین سالوں میں درجنوں دھماکے ہونے لگے۔ ہمارے سرحدی علاقوں سوات، وزیرستان، باجوڑ، مہمند، بنوں اور کوہاٹ وغیرہ میں دہشت گردی زور پکڑنے لگی۔ مسلمانوں کی وفاداریوں پر شک کیا جانے لگا اور پختونوں کو طالبان کا ساتھی یا دشمن بنا کر ہمارے یہ سرحدی علاقے مکمل طور پر طالبان کے کنٹرول میں آ گئے تھے۔ بہر حال اللہ کا شکر ہے کہ یہ بلا تو ٹل گئی اور حالات نارمل ہونا شروع ہو گئے۔ مسعود مفتی کے ہاں انھی موضوعات پر افسانے ملتے ہیں۔ اس ضمن میں ان کے ایک افسانے کا اقتباس یوں ہے:

> "ایسا ہی ایک سوال مہمل بن کر آسمان سے ٹپک پڑا۔ ستمبر ۲۰۰۱ء تھا۔ جب ایک واقعے کی گونج صور اسرافیل کی طرح سارے عالم کو دم بخود کر دیا جس طرح طویل اور لب بستہ مظلومیت کی لے آواز کشید ایک موٹا آنسو بن کر ٹپک پڑتی ہے۔ اس طرح چار صدیوں کے استعمار کے خلاف خاموش شعلے بن کر نیو یارک پر گرا اور ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی فلک بوس عمارت سجدہ ریز ہو گئی۔"(۹)

اس طرح انھوں نے مسلمانوں کے مرکزی تشخص کو ایک واقعے کے بعد مجروح ہونے کا مکمل تجزیہ کیا ہے۔ جس طرح کوئی اچانک نیند سے جاگ اٹھتا ہے اور پھر باقی ماندہ رات کو خواب میں بھوتوں کو دیکھ کر ڈرتا رہتا ہے اور تاریکی کے نت نئے روپ دیکھ دیکھ کر پاگل ہو جاتا ہے۔ ساتھ ساتھ وہ مختلف اوہام کی وجہ سے ذہنی طور پر پاگل سا ہو جاتا ہے۔ دیکھیں یہ حوالہ:

> "فلک شگاف دھماکہ گزر گیا۔ عالمی گونج مدھم پڑ گئی۔ مگر خالد کی انفرادی ذات میں کبھی کبھار زلزلے کے جھٹکے محسوس ہونے لگے کیوں کہ دنیا کے سیاسی ماحول اور بعض لوگوں کی کڑوی نظروں نے خالد کے اندر عدمِ تحفظ کے ایک نئے احساس کو جنم دیا۔ جس سے نہ تو عمر بھر واسطہ پڑا تھا اور نہ ہی کبھی امریکہ کے کھلے معاشرے میں اس کا امکان نظر آتا تھا۔ کبھی رات کو اس کی آنکھ کھل جاتی تو یوں لگتا کہ کمرے کی تاریکی میں بھوت کی سرسراہٹ ہے، یا اندھیرا گرد بار کی طرح گھوم گھوم کر نئے نئے روپ دھار رہا ہے جن میں کبھی تو آج کے امریکی لیڈروں کے خدوخال ہوتے اور کبھی ماضی بعید کی صلیبی جنگوں کے مرغولے نظر آتے۔ جیسے سینٹ برنارڈ کے شعلہ بیان وعظ، قسطنطنیہ اور یروشلم کے بار بار سقوط، سلجوک ترکوں کے لشکر فریڈرک دوم، لوئی نہم، رچرڈ اور صلح الدین کے ہیولے۔"(۱۰)

ان کی افسانہ نگار کے حوالے سے نجیبہ عارف لکھتی ہیں:

> "گیارہ ستمبر کے واقعے کی یہ ایک جہت ہے جس کا تجربہ امریکہ میں رہنے والے مسلمانوں کو ہی ہو سکتا تھا۔ یہ وہی روایتی اپروچ ہے جو مذہبی حلقے میں خاصی مقبول ثابت ہوئی تھی اور جیسے کے نتیجے میں ایک مرحلے پر "مسلمانوں کو مسلمان کر دیا طوفان مغرب نے" کی امید پیدا ہونے لگی تھی۔ مسعود مفتی نے اسی آئیڈیالوجی کو افسانہ کی بنت میں پرو دیا ہے۔"(۱۱)

رشید امجد پاکستانی اردو افسانے میں اپنا ایک خاص مقام رکھنے والے ادیب ہیں۔ ان کے ہاں علامتی علامتی اور تجریدی افسانوں کی مکمل ڈکشن موجود ہے۔ دہشت گردی اور علامت نگاری کے حوالے سے ان کا افسانہ "محال وقت" اپنے موضوع کے حوالے سے کمال کا ہے۔ جس میں انھوں نے ماضی اور حال کے سنگم سے ایک کمال کی فضا پینٹ کی ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر طاہرہ اقبال لکھتی ہیں:

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146
Vol. 4 No. 3 (March) (2026)

"افسانہ نگار نے محض دہشت گردی کے مناظر ہی پینٹ نہیں کیے بلکہ ان کے محرکات اور عوامل کو بھی افسانوی اور علامتی اسلوب میں بیان کیا ہے کہ اچھا تخلیق کار محض تاریخ کے دھاروں کو ہی ادب میں منتقل نہیں کرتا بلکہ تاریخ کے فیصلوں کے محرکات تک اس کی نگاہیں ہوتی ہیں۔ یوں بھی آج کا ادب زیادہ باخبر اور تاریخی و سیاسی شعور کا حامل ہے۔ پاکستانی تاریخ کے ابتدائی برسوں کا ابہام اب ختم ہو چکا ہے۔ اب حکمرانوں، محافظوں، ایجنسیوں، حاکموں اور پروردہ تنظیموں، سازشوں اور منصوبوں کی اسے بہتر آگاہی ہے۔"(۱۲)

یوں مجموعی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہمارے ملک کو دہشت گردوں نے جتنا نقصان پہنچایا ہے وہ شاید ہی کسی اور چیز نے پہنچایا ہو۔ اور اس موضوع کا ہم جتنا زیادہ جائزہ لیں کم ہی ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے درجنوں افسانہ نگاروں کے ہاں اس موضوع کو اپنے افسانوں میں جگہ دی گئی ہے اور آج بھی اسی موضوع پر لکھا جارہا ہے۔ بہر حال اس مختصر سے جائزے میں ہم نے کئی پاکستانی افسانہ نگاروں کے ہاں دہشت گردی پر مبنی افسانوں کو شامل کر کے اس موضوع کا حق ادا کرنے کی اپنی سی کوشش کی ہے اگرچہ اس پر مزید بھی بہت کچھ لکھنے کی گنجائش بہر حال موجود ہے۔